روس اور بیرونی دنیا

شرمین ڈبلیو-گارنیٹ*

ترجمہ و تلخیص: محمد الیاس خان

روسی خارجہ پالیسی میں ان زبردست مغرب مخالف رجحانات کے خاتمہ کے آثار نظر آنے لگے ہیں جن کے بارے میں متعدد سیاسی اور عسکری تجزیہ نگاران خدشات کا اظہار کرتے رہے تھے کہ ان کے نتیجے میں (ناٹو کی مشرق کی سمت توسیع کے مسئلہ پر) مغرب اور روس میں ٹکراؤ اور تصادم ناگزیر ہو گیا ہے۔ ناٹو کی توسیع کی زبردست روسی مخالفت بالآخر کریملن کی طرف سے پولینڈ، چیک ریپبلک اور ہنگری کی ناٹو میں شمولیت کو بادل ناخواستہ قبول کرنے میں بدل گئی ہے۔ صدر یلسن نے ایک قدم آگے بڑھ کر ناٹو کے ساتھ روسی شراکت کار سے متعلق ایک سمجھوتے/ دستاویز پر بھی دستخط کر دیے ہیں۔

روسی سیاست میں مغرب سے مخاصمت پر مبنی شدید لہر کیوں کر نتائج کے لحاظ سے کریملن کے لیے ثمر آور ثابت نہیں ہو سکی، اس بارے میں متعدد وجوہات بیان کی جا رہی ہیں۔ اولاً کہا جاتا ہے کہ صدر یلسن روس کی اقتصادی مشکلات پر قابو پانے اور اس سلسلے میں مغربی امداد کے فیصلہ کن کردار کے تناظر میں مغرب کے ساتھ تعلقات بگاڑنے کے متحمل ہی نہیں ہیں۔ ثانیاً اس رائے کا بھی اظہار کیا جا رہا ہے کہ کریملن کے حکمرانوں نے مخالف بن کر نہیں بلکہ ناٹو کے شریک کار کی

---

* شرمین ڈبلیو. گارنیٹ کارنیگی انڈوومنٹ فار انٹرنیشنل پیس، واشنگٹن ڈی. سی. میں ''روس اور یوریشیا پروگرام'' کے ڈائریکٹر ہیں۔ ادارے کا مقالہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (مدیر)۔

حیثیت سے اسے اندر سے کھوکھلا کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ چنانچہ مکالمہ ومباحثہ کی راہ اختیار کرکے ناٹو میں اپنے لیے کردار کا حصول ان کا فوری (مختصر مدتی) ہدف بن گیا ہے۔ وجوہات خواہ کچھ بھی ہوں حقیقت یہ ہے کہ مغرب سے متعلق روسی اندازِ فکر اور ناٹو کے ساتھ کریملن کی معاملہ سازی اس حقیقت کی واضح طور پر نشان دہی کرتے ہیں کہ روس نے بین الاقوامی معاملات میں اپنے کمزور کردار کو تسلیم کرلیا ہے۔

روس ایک مضبوط یا ابھرتی ہوئی طاقت نہیں بلکہ زوال پذیر طاقت ہے۔ اگلی ایک دہائی یا اس سے بھی زائد عرصہ تک روسی طاقت کے احیاء کا امکان نظر نہیں آتا۔ کریملن کی خارجہ پالیسی اس کی داخلی مشکلات کی اسیر ہے۔ ''نااہلی اور غیر ذمہ دارانہ اقتصادی پالیسیوں'' کے نتیجے میں روسی ریاست کو درپیش مالیاتی بحران، عسکری کمزوری اور درپیش سیاسی اور اقتصادی چیلنجوں سے نبرد آزما ہونے میں مسلسل ناکامی جیسے عوامل کریملن کی خارجہ پالیسی کے ہر نئے اقدام پر اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔ بوسنیا سے متعلق روسی خارجہ پالیسی اور چین کے ساتھ روابط کے ازسرنو احیاء کی روسی کوششوں کی پشت پر یہی عوامل کارفرما رہے ہیں۔ روس کی کمزور حیثیت کا ادراک ماسکو کی خارجہ پالیسی کی تشکیل میں فیصلہ کن کردار کا حامل ہے۔

احساسِ ضعف پر مبنی روسی خارجہ پالیسی داخلی اور خارجی سطحوں پر متعدد مشکلات سے دوچار ہے۔ داخلی سطح پر روسی خارجہ پالیسی کی تشکیل کے ذمہ دار اداروں کے اہل کار کسی بھی طور پر روسی کمزوری سے سمجھوتہ کرنے پر تیار دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ اس کے برعکس اصلاحات پسند اور قوم پرست دونوں ہی حلقے روسی طاقت کو بحال کرنے کی خواہش سے مغلوب دکھائی دیتے ہیں۔ دوسری طرف اصلاحات سے متعلق [روسی سیاسی حلقوں میں] جاری بحث ومباحثہ کے ایجنڈا سے ''روسی طاقت کی بحالی کے بعد'' اس بحال شدہ طاقت کے ''ممکنہ استعمال'' کا موضوع یکسر غائب ہے۔ [حقیقت یہ ہے کہ] روسی طاقت نیز بین الاقوامی معاملات میں ماسکو کے سابقہ کردار کی بحالی روس

میں جاری سیاسی اور اقتصادی اصلاحات کے نفاذ کی مشکلات سے بھرپور جدوجہد کے مقابلے میں کچھ زیادہ آسان کام نہیں ہوگا۔

خارجی سطح پر روس کی کمزور حیثیت نہ صرف روز بروز عالمی سطح پر اثر ورسوخ کے حصول کے لیے تحرک پذیر یوریشیا کی اٹھان میں مددگار ثابت ہو رہی ہے بلکہ روس کو اپنی کمزور پوزیشن سے اس خطے کی ابھرتی ہوئی طاقتوں ۔ چین، بعض سابق سوویت ریاستوں اور دیگر پڑوسی ممالک ۔ کے ساتھ معاملہ کرنے پر مجبور ہونا پڑ رہا ہے۔ ماسکو کے لیے زبردست پریشانی کی بات یہ ہے کہ یوریشیا ۔ جس کی سب سے بڑی ریاست خود روس ہے ۔ کے دروازے سوویت عہد کے برعکس آج بیرونی دنیا کے لیے یکسر کھلے ہیں۔ ناٹو کے علاوہ متعدد دیگر یورپی تنظیمیں، مشرقی ایشیا اور جنوبی ایشیا کے ممالک کے علاوہ چین اور ترکی ماضی میں محصور اس خطے کے ممالک کے ساتھ سیاسی، اقتصادی اور دفاعی تعلقات کے قیام کے لیے کمر کس کر میدان میں آگئے ہیں۔

روس اور اس کے نئے پڑوسی

خارجی محاذ پر جن علاقوں میں روسی خارجہ پالیسی کے حق انتخاب (options) کو الجھنوں اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ سابق سوویت ریاستوں پر مشتمل خطہ ہے۔ سوویت یونین کے انہدام کے نتیجے میں خطے میں ۱۵ آزاد ریاستیں (بشمول روس) منظر عام پر آئیں۔ آج یہی نو آزاد ریاستیں روس کے نئے قریبی پڑوسی ممالک ہیں۔ روس کے یہ نئے پڑوسی ممالک تاہنوز اپنی بقاء کے لیے روسی وسائل کی محتاج ہیں۔ ان نو آزاد ممالک میں نقل وحمل اور اتصالات کے انفرا سٹرکچر کی تعمیر سوویت عہد کے مرکزیت پسند اقتصادی نظام کے تحت ہوئی تھی۔ چنانچہ آزادی کے بعد انفرا سٹرکچر کے معاملہ میں تاہنوز وہ ماسکو پر انحصار کرنے پر مجبور ہیں۔ ان کی اس کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے روسیوں نے ابتداء ہی سے ان ریاستوں کو ''ماسکو کے اثر ورسوخ اور اس کے بنیادی

مفادات والے'' خطے سے تعبیر کرنا شروع کر دیا تھا۔ روس کی زبردست کوشش رہی ہے کہ وہ ان ممالک پر مشتمل ایک ایسے اتحاد کو تشکیل دے جو سیاسی، اقتصادی اور عسکری لحاظ سے ''مادر روس کے ساتھ مکمل انضمام'' کا آئینہ دار ہو، تاکہ اپنی برتر پوزیشن کی بدولت علاقے میں ماسکو کی از سر نو بالادستی کے قیام کے عمل کو تیز تر کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں روس کی کوشش رہی ہے کہ سابق سوویت خطے کے ان تمام نو آزاد ممالک کو آزاد ممالک کی دولت مشترکہ (CIS) کے پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا جائے۔

ماسکو بنیادی طور پر سی آئی ایس کی چھتری تلے سابق سوویت ریاستوں کے اقتصادی، سیاسی اور عسکری انضمام کو اپنے ''قریبی بیرون'' [سابق سوویت ریاستوں سے متعلق اختیار کردہ روسی خارجہ پالیسی کا نیا ڈاکٹرین] پر گرفت مضبوط کر کے برتر طاقت (great power) کی اپنی سابقہ حیثیت بحال کرنے کی راہ پر پہلا قدم تصور کرتا ہے۔ ماسکو نے سابق سوویت سلطنت میں شامل اس خطے میں جدید روس کے اہم (vital) اقتصادی، سیاسی اور عسکری مفادات کا نہ صرف تعین کر لیا ہے بلکہ وہ بڑی سرگرمی سے خطے کے نو آزاد ممالک کے ساتھ کسٹم یونین، مشترکہ دفاع، عسکری معاملات میں وسیع تر تعاون اور خطے میں روس کے ''مصالحت کنندہ کردار'' کو تسلیم کراتے ہوئے یہاں روسی فوجی دستوں کی امن سازی کے لیے تعیناتی کے حقوق نیز ''چارٹر آف رائٹس'' اور ''باہمی مشاورت کے لیے مخصوص مکینزم'' جیسے معاملات پر متعدد معاہدات کی تکمیل کے لیے کوشاں رہا ہے۔

بسا اوقات روسیوں نے اپنی نسبتاً برتر اقتصادی اور عسکری حیثیت کا استعمال کرتے ہوئے ان نو آزاد ممالک سے ان کی سرزمین پر روسی فوجی اڈوں کے قیام اور سرحدات کے مشترکہ دفاع جیسے معاملات میں ''رعایتوں'' کے حصول میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا ہے۔ روسیوں نے اپنی اس حیثیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کئی دیگر امور میں بھی ان ممالک سے روس کے لیے

مراعات حاصل کی ہیں۔ ماسکو کسی نہ کسی طرح بیلا روس کے ساتھ معاہدہ اتحاد کی تشکیل میں کامیاب ہو گیا ہے۔ تاہم بیلا روس کے برعکس یوکرین کے ساتھ معاملات طے کرتے وقت روسیوں کو یوکرین کی شرائط پر معاہدہ کرنا پڑا۔ روس کو ناٹو کی توسیع کے ''ابھرتے ہوئے خطرے'' کے پیش نظر یوکرین کے ساتھ اپنے اختلافات ختم کرنے کے لیے اسے متعدد مراعات سے نوازنا پڑا۔ مارچ ۱۹۹۷ء میں سی آئی ایس کی جو سربراہی ملاقات ہوئی وہ تنظیم کی اب تک سب سے زیادہ غیر منظم اور ہیجان خیز سربراہی ملاقات رہی۔ اس سربراہی کانفرنس میں تقریباً تمام ممالک نے یوکرین اور ازبکستان کے اس مطالبہ کی یک آواز ہو کر تائید وحمایت کی کہ تنظیم کے ممبر ممالک کے مابین تعاون اور مشاورت کے لیے زیادہ کثیر جہتی (more pluralistic) اور مؤثر اقدامات کیے جانے چاہئیں۔ تنظیم میں شامل وہ ممالک بھی جو روس کے ساتھ زیادہ مضبوط تعلقات کے حامی ہیں، چاہتے ہیں کہ روس کے ساتھ ان کے یہ تعلقات ''زیادہ سے زیادہ مساوات اور باہمی مفاد پر مبنی'' معمول کے تعلقات ہونے چاہیں۔

مئی ۱۹۹۷ء میں ایسے اشارے ملے کہ روس خطے میں تنازعات کے تصفیوں اور امن کار دستوں کی تعیناتی کے ''اپنے مخصوص حق'' سے دستبردار ہونے پر بوجوہ مجبور ہو گیا ہے۔ روس نے اس دوران میں مولدووا میں امن مشن کے لیے یوکرین کے فوجی دستوں کی تعیناتی کو قبول کیا۔ یہی نہیں بلکہ یوکرین کے اصرار پر خطے میں امن مشن کے لیے روس کی قیادت میں CIS کے فوجی یونٹوں کی تعیناتی کے بجائے OSCE (تنظیم برائے یورپی سلامتی وتعاون) کے برتر کردار کو بھی آخر کار [روسیوں کی طرف سے] عملاً قبول کر لیا گیا۔ روس کے ''قریبی بیرون'' میں (ماسکو کے نقطۂ نظر سے) اس کی خارجہ پالیسی کی ان ''ناکامیوں'' پر بیلا روس کے ساتھ اتحاد کے لیے جاری مذاکرات کے دوران پیش آمدہ مشکلات نے مہر تصدیق ثبت کی۔ اس بات میں شک نہیں کہ دونوں ملک ایک دوسرے کے ساتھ مضبوط رشتوں میں منسلک ہیں تاہم ۱۹۹۷ء کی ابتداء میں ہونے

والے مذاکرات کے دوران ہی دونوں اطراف سے ''مجوزہ یونین'' کے مخالفین کھل کر سامنے آئے۔ بیلا روس کے حکمران حلقے اور وہ عناصر جو استقلال اور آزادی کے ثمرات سے مستفید ہوئے ہیں، روس کے ساتھ مجوزہ یونین کے بعد اپنا اثر ورسوخ اور دولت کھو دینے کے خدشات کا شکار ہیں۔

روس میں بھی صدر یلسن کے اہم اقتصادی اور سیاسی مشیر اس جغر و سیاسی کامیابی (geopolitical gain) کی متوقع قیمت کی ادائیگی پر خوش نہیں ہیں۔ روس کو بیلا روس کے ساتھ اتحاد کی قیمت کے طور پر بیلا روس کی خراب اقتصادی حالت کو سہارا دینے کے لیے مالی مراعات (subsidies) دینا ہوں گی، جو خود روس کی مخدوش اقتصادی صورت حال زیادہ گھمبیر بنانے کا سبب بنیں گی۔ روس کے خالی خزانے کے پیش نظر خود روس اور نو آزاد ممالک کی حکومتیں نیز اہم مفادات کے حامل گروپ (key interest groups) روس کی استعماری عظمت و توقیر تسلیم کرانے پر مبنی پرانے کھیل (game) کی بجائے معاملہ سازی اور تعلقات کار کے ''نو دریافت شدہ'' طریقے پر عمل پیرا ہونے کو زیادہ مناسب خیال کرتے ہیں۔

ماسکو کے ''قریبی بیرون'' میں روس کی خارجہ پالیسی سے متعلق اقدامات (foreign policy initiatives) کے ان نتائج کو اگر ''قریبی بیرون'' میں ماسکو کے مفادات کے تحفظ کے تناظر میں [عالمی معیارات پر] جانچا جائے تو کسی بھی طور پر انہیں روسی خارجہ پالیسی کی ناکامی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ آخر ان کے نتیجے میں قریبی بیرون کے بعض ممالک کے ساتھ ماسکو کے ''بہتر پڑوس کے تعلقات'' کی امید تو پیدا ہوئی ہے۔ یوکرین کے ساتھ بہتر تعلقات، مالدووا میں قیام امن کی کوششوں کی حمایت اور بیلا روس کے ساتھ قریبی تعلقات نہ صرف خطے میں روس کی حیثیت کو بڑھاوا دینے کا سبب بنیں گے بلکہ بین الاقوامی برادری میں بھی روس کے کردار کو اجاگر کرنے میں ایک مثبت عامل ثابت ہوں گے۔ بہر حال یہ نتائج کافی حد تک روسی حکومت اور روسی پریس

کے پنڈتوں کے اعلانیہ عزائم اور توقعات کے برخلاف ہیں۔ روس کے ''قریبی بیرون'' کی سابق سوویت ریاستوں کے ساتھ محض خوشگوار تعلقات کا قیام روسی سیاست دانوں کا مطمح نظر نہیں ہے۔ وسائل کی دستیابی کی صورت میں وہ ''اور بہت کچھ'' کر گزرنے کے لیے تیار نظر آتے ہیں۔

چین کا انتخاب

۱۹۹۶ء میں روس کی سب سے بڑی سفارتی کامیابی چین کے ساتھ بہتر اور روز افزوں تعلقات کے قیام میں پیش رفت کا حصول ہے۔ چین کے ساتھ تعلقات کے ازسرِ نو احیاء کی روسی کوششوں کی جڑیں بھی روسیوں کے احساس ضعف میں پوشیدہ ہیں۔ روسی ایشیا میں اپنی زد پذیری (vulnerability) کا مداوا کرنا چاہتے ہیں۔ سادہ سی حقیقت یہ ہے کہ ماسکو ایشیا اور بحرالکاہل کے خطے میں مضبوط کردار کا حامل ملک نہیں رہا ہے۔ چین کے ساتھ بہتر تعلقات نہ صرف چین اور روس کے مابین ماضی کی خطرناک عسکری مخاصمت کو ختم کرنے میں مدو معاون ثابت ہوں گے بلکہ ان کی بدولت ایشیا میں روس کے سکڑتے ہوئے کردار کے تناظر میں ماسکو کو ایک مضبوط اور ابھرتی ہوئی طاقت کی شراکت نصیب ہوگی۔

اگرچہ روس-چین تعلقات میں بہتری کا آغاز سوویت دور میں ہوگیا تھا تاہم دونوں ممالک نے پچھلے چند سالوں میں اپنے باہمی تعلقات مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے میں خاصی پیش رفت کی ہے۔ روس میں بعض علاقائی سیاسی گروپوں اور روسی سیاست دانوں کے قوم پرست حلقوں کی طرف سے چین کے ساتھ بہتر تعلقات کی مخالفت کے باوجود دونوں ممالک نے بعض دیرینہ مسائل کے حل کے سلسلے میں خاصی سرگرمی دکھائی ہے۔ دنیا کی طویل ترین زمینی سرحد (روس-سابق سوویت یونین سرحد) کے ازسرِ نو تعین کا کام مکمل کرلیا گیا ہے۔

ماسکو اور بیجنگ کی باہمی تجارت میں خاصی توسیع ہوئی ہے۔ اور دونوں ممالک نے مستقبل

میں توانائی، [بنیادی ڈھانچوں کی] تعمیر اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں بڑے پیمانے پر قریبی تعاون کے بڑے بڑے منصوبے تشکیل دیے ہیں۔ روس نے چین کو جدید ترین ہتھیاروں کی کئی اقسام فروخت کی ہیں اور مستقبل میں اسے ہتھیاروں کی مزید فروخت کے منصوبوں پر عملدرآمد متوقع ہے۔ مئی ۱۹۹۷ء میں چین - روس سربراہی ملاقات کے دوران دونوں ممالک نے سرحدات پر افواج کی تعداد کم کرنے سے متعلق ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ اس سے قبل ۱۹۹۶ء میں روس، چین اور تین وسط ایشیائی ریاستوں کے مابین بحالی اعتماد سے متعلق کئی اقدامات پر اتفاق کیا گیا تھا۔ روس اور چین وسیع تر تزویراتی اشتراک کار اور دفاعی تعاون کو پروان چڑھانا چاہتے ہیں۔ بیجنگ اور ماسکو قربت کے ان نئے تعلقات کو اتحاد (alliance) کے بجائے ''اکیسویں صدی کے لیے نئے تزویراتی اشتراک کار'' کا نام دے رہے ہیں۔ اپریل ۱۹۹۷ء میں ماسکو میں منعقدہ دونوں ممالک کی سربراہی ملاقات کے مشترکہ اعلامیہ میں ''کثیر قطبی دنیا'' کے ظہور کی حمایت کے ساتھ ساتھ ''تسلط پر مبنی [موجودہ] عالمی نظام'' کی مذمت کی گئی تھی، جو یقیناً امریکی خارجہ پالیسی پر برہمی کے اظہار کے مترادف تھا۔ ہنری کسنجر سمیت بعض امریکی مبصرین اور سیاسی دانشوروں نے اس موقع پر خبردار کرتے ہوئے کہا تھا کہ روس اور چین ''دانستہ طور پر ایشیا میں امریکہ [کے اثر و رسوخ] کی راہ روکنے کی کوشش کر رہے ہیں''۔

روس اور چین کے مابین مبینہ تزویراتی اشتراک کے ''عالمگیر ہونے'' میں بہرحال کئی رکاوٹیں حائل ہیں۔ چین اور روس تائیوان اور چیچنیا جیسے مسائل اور بحرانوں کے سلسلے میں ایک دوسرے کے لیے ہمدردی رکھتے ہیں تاہم دونوں میں سے کوئی بھی عملاً دوسرے کی حقیقی مدد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ چین ناٹو کی توسیع کے معاملہ پر روسی مؤقف کی حمایت کرتا ہے۔ لیکن اس حمایت کی پشت پر کون سے عوامل کارفرما ہیں، ان کا تعین کرنا مشکل ہے۔ بیجنگ کے بعض تجزیہ نگار اس بات پر اطمینان کا اظہار کر رہے ہیں کہ ناٹو کی توسیع کے مسئلہ پر روس - مغرب مخالفت کی

بناء پر ان دونوں [روس اور مغرب] کی طرف سے بیجنگ کے خلاف سٹراتیجی شراکت کار کے امکانات کم ہو گئے ہیں۔

چین روس سے توقع رکھتا ہے کہ وہ CIS [سابق سوویت یونین میں شامل ممالک پر مشتمل خطے] اور خاص کر وسطی ایشیا کے نو آزاد ممالک میں امن و امان اور سلامتی برقرار رکھنے کے لیے کردار ادا کرتا رہے۔ اگر مستقبل میں ماسکو سے بیجنگ کی یہ توقع پوری نہیں ہوتی تو چین لازماً اپنی شمالی سرحدات سے متصل اس خطے میں سلامتی برقرار رکھنے کے لیے براہ راست مداخلت پر اتر آئے گا۔ چین- روس باہمی تعلقات میں روس کی اپنے انتہائی مشرقی (far east) علاقوں پر کمزور گرفت بھی اہم کردار ادا کرے گی۔ ان علاقوں میں ۷ ملین روسی ۱۰ کروڑ سے زائد چینیوں کے پڑوس میں بستے ہیں۔ ماسکو- بیجنگ تعلقات میں حالیہ بہتری اگرچہ ایک طرف اس طرح کے مسائل حل کرنے میں مددگار ثابت ہوگی تاہم دوسری طرف یہی مسائل دونوں طاقتوں کے مابین تزویراتی اشتراک کار کو مشکل بنانے کی اہلیت و صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ روس- چین تزویراتی اشتراک کار میں حائل ایک اور رکاوٹ شاید چین کا بڑھتا ہوا سیاسی اثر و رسوخ اور اس کی روز افزوں اقتصادی ترقی ہے، جن کی بدولت چین اس دوطرفہ اشتراکِ کار کا غالب اور طاقتور فریق بن کر ابھرے گا۔ دوسری طرف کسی بھی اشتراک میں چھوٹے اور کمزور فریق کا کردار ادا کرنا روسی نفسیات کے خلاف ہے۔

غالب امکان یہی ہے کہ روس- چین اشتراک کار دوطرفہ نہیں رہے گا۔ ماسکو کی خواہش ہو گی کہ وہ جاپان کے ساتھ اپنے تعلقات بہتر بناتے ہوئے اسے بھی اس اشتراک کار میں شامل کرے۔ جاپان کے ساتھ بہتر تعلقات ایشیا میں ماسکو کی کمزور پوزیشن کو سنبھالا دینے نیز مستقبل میں بیجنگ پر ماسکو کے انحصار کے امکان کو ختم کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ جاپان کے مالی تعاون سے ماسکو مشرق بعید کے روسی (Russian far esat) علاقوں کی اقتصادی مشکلات پر قابو پانے

کے قابل ہو سکے گا۔

مستقبل کا چیلنج

''ناٹو کی مشرق کی سمت توسیع'' کے مسئلہ پر ماسکو کے ساتھ [مغرب اور امریکہ کی] مفاہمت کو بعض حلقے صدر یلسن اور صدر کلنٹن کے مابین مضبوط شخصی تعلقات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ بعض دیگر مبصرین سرے سے روسی اعتراضات کی سنجیدگی کا ہی انکار کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکی ڈپلومیسی کی کامیابی روسی کمزوریوں کی مرہون منت ہے۔ ماسکو کو بین الاقوامی معاملات میں اپنا مؤقف منوانے کے لیے حقیقی پالیسی آپشنز کے فقدان کا سامنا ہے۔ ماسکو کی اسی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مغرب اور امریکہ [ناٹو] اسے بوسنیا امن مشن میں اپنا شریک کار بنانے میں کامیاب ہوئے۔ کہا جا سکتا ہے کہ روس نہیں بلکہ اس کی حالیہ کمزوری ہماری [مغرب کی] اتحادی ہے۔ چنانچہ روس کی طرف سے مستقبل میں اپنی کمزوریوں پر قابو پانے اور بین الاقوامی معاملات میں عمل دخل کے حصول کے لیے جوڑ توڑ کے مواقع (room for menoeuvre) کے ممکنہ حصول کے بعد امریکہ کی حالیہ پالیسی کے ملغوبہ (policy mix) کی کامیابی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔

روس کی طرف سے اپنی گم گشتہ طاقت اور کھوئی ہوئی ساکھ بحال کرنے میں کامیابی کے بعد روس اور امریکہ کے باہمی تعلقات میں کشیدگی رسمی صورت اختیار کر لے گی جس میں امریکہ اور روس کی طاقت اور ان دونوں کے عالمی اثر و رسوخ میں [پایا جانے والا] عظیم تفاوت بھرپور کردار ادا کرے گا۔ اپنی حالیہ کمزوری پر قابو پانے کے بعد بھی روس زیادہ سے زیادہ یوریشیا کی تین یا چار بڑی طاقتوں کی صف میں شامل ہو سکتا ہے۔ عالمی امور میں روس کسی بھی طور پر [حلیف یا حریف دونوں ہی صورتوں میں] امریکہ کے برابر طاقت کا کردار حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

ان حالات میں اور خاص کر صدر یلسن کی [مسند صدارت سے] رخصتی کے بعد- ماسکو کے ساتھ واشنگٹن کے تعلقات کے انتظام و انصرام کی مشکلات کم ہونے کی بجائے مزید بڑھ جائیں گی۔ صدر یلسن اور ان کے ہم عصر تاہنوز سوویت تجربہ کے زیر اثر ہیں۔ وہ عالمی امور میں خصوصی کردار اور مذاکرات کی میز پر نمایاں نشست دیے جانے کی توقعات رکھتے ہیں۔ وہ خصوصی سلوک کا تقاضا کرتے ہیں اور اس کی بدولت اپنے عوام کی انا کی تسکین کا سامان کرتے ہیں اور انہیں باور کراتے ہیں کہ بین الاقوامی سطح پر روس تاہنوز نمایاں مقام کا حامل ملک ہے۔

نئی نسل کے روسی رہنما روسی مفادات اور روسی طاقت کے حقیقی ادراک سے بہرہ ور ہوں گے۔قوم پرست اور اصلاحات پسند دونوں ہی طبقے امریکہ کے ساتھ برابری کے مصنوعی اقدامات پر اکتفا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ وہ حقیقتاً روسی اثر و رسوخ کی بحالی کے علمبردار ہوں گے۔ مستقبل کے یہ روسی رہنما شاید جی-۷ (سات بڑے صنعتی ممالک) کے رہنماؤں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر کھانا کھانے پر مطمئن ہونے کی بجائے یوریشیا کے معاملات میں حقیقی کردار کے طالب ہوں گے۔

دوسری طرف ''روسی اثر و نفوذ کے اس خطے'' [روس کے ''قریبی بیرون''] میں امریکہ نے اپنے مفادات کے تعین اور شناخت کے عمل کی شروعات کر دی ہیں۔ امریکہ کے ان نو دریافت مفادات میں وسعت پذیر ناٹو کے مشرقی سرحدات پر واقع علاقوں میں سیاسی استحکام کی ضمانت کا حصول اور سابق سوویت یونین کے جنوبی علاقوں میں پائے جانے والے توانائی اور معدنی دولت کے ذخائر تک رسائی کو یقینی بنانا شامل ہیں۔سابق سوویت ریاستوں اور امریکی مفادات کے حامل علاقوں - مشرقی ایشیا، مشرق وسطی اور مشرقی یورپ کے مابین مستقبل میں تشکیل پانے والے اقتصادی اور عسکری تعلقات، ذرائع نقل و حمل اور اتصالات کے ڈھانچوں کی تعمیر، وسائل توانائی کی ترسیل کے لیے پائپ لائنوں کی تعمیر اور ''آزاد دنیا'' کے ساتھ ان ریاستوں کے ہمہ گیر روابط کے

قیام کے لیے جاری کوششیں لازماً خطے کی اہمیت سے متعلق واشنگٹن کے تصور پر اثر انداز ہوں گی۔

عالمی استحکام کے لیے اس انتہائی اہمیت کے حامل خطے میں نہ تو کمزور اور ادھیڑ بن کا شکار روس ہم [امریکیوں] کے مفاد میں ہے اور نہ ہی ''اصلاحات'' سے نا آشنا اور ازسرِ نو تحکمانہ انداز اختیار کرنے والا روس۔ ان متوقع خطرات اور مسائل سے نبٹنے کے لیے روس اور اس کے پڑوسیوں کو ابھی سے انگیج [مذاکرات و مکالمہ میں مصروف کرنے] کی ضرورت ہے۔ اس وقت کا انتظار کرنا یقیناً حماقت ہوگی جب روس اپنی مشکلات پر قابو پالے گا، اپنی کھوئی ہوئی طاقت بحال کر لے گا اور بڑی تیزی سے واشنگٹن کی فتوحات [اور اپنی شکست] کی تلافی کے لیے روسی فتوحات کے حصول کی راہ پر گامزن ہوگا۔